سوال

(578) کیا مقتدی بھی سمع اللہ لمن حمدہ کہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آج کل ہمارے ہاں یہ مسئلہ زیرِ بحث ہے کہ مقتدی 'سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ' نہ کہے۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ 'إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَکَ الحَمدُ' "صحیح البخاری، بابُ فَضْلِ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمْدُ، رقم:۷۹٦" اور امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے 'بَاب مَا یَقُولُ الإِمَامُ، وَمَن خَلفَہٗ إِذَا رَفَعَ رَاسَہٗ مِنَ الرَّکُوعِ' کے تحت یہی حدیث رقم فرمائی ہے جس سے امام اور مقتدی میں تقسیم کی دلیل اَخذ کی جاتی ہے کہ امام کے لیے 'سَمِعَ اللّٰہُ...الخ' اور مقتدی کے لیے 'رَبَّنَا لَکَ الحَمْدُ' ہے۔

حالانکہ ''صحیح بخاری میں ہے کہ: 'کَانَ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الحَمدُ۔' "صحیح البخاری، بابُ فَضْلِ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمْدُ، رقم:۷۹٥" اب سوال یہ ہے کہ جب امام 'رَبَّنَا لَکَ الحَمد' کہہ سکتا ہے تو مقتدی کے لیے 'سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ' کی ممانعت کیوں؟ اگر مقتدی کے لیے 'سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ' کی ممانعت ثابت کی جائے تو حدیث: 'إِذَا قَالَ الإِمَامُ غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَا الضَّالِّین فَقُولُوا: آمِینَ' "صحیح البخاری، بابُ جَھرِ المَأمُومِ بِالتَّأمِینِ، رقم:۷۸۲" سے مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ ادھوری چھوڑ کر آمین ہی کہنا ہو گا جب کہ ایسی نماز ''خداج'' غیر تمام کے زمرہ میں ہوگی۔ کیونکہ حدیث ہے:

'لَا صَلٰوۃَ لِمَن لَّم یَقرَأ بِفَاتِحَۃِ الکِتَابِ' صحیح البخاری، باب وُجُوبِ القِرَائَۃِ لِلإِمَامِ وَالمَامُومِ فِی الصَّلٰوۃِ کُلِّھَا...الخ، رقم:۷٥٦، صحیح مسلم:۳۹۴

پھر آپ ﷺ کا فرمان: 'إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِیُؤتَمَّ بِہٖ' بھی اس امر کا مقتضی ہے، کہ امام اور مقتدی میں تقسیم نہ کی جائے بلکہ 'إِذَا کَبَّرَ الإِمَامُ فَکَبِّرُوا، وَإِذَا رَکَعَ فَارکَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسجُدُوا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنصِتُوا' "سنن ابن ماجہ، بابُ إِذَا قَرَأَ الإِمَامُ فَأَنصِتُوا، رقم:۸٤٦" یعنی قرأتِ قرآن کے ماسوا باقی تمام اعمال میں امام کی اقتداء کی جائے۔

پھر امام ترمذی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ: 'قَالَ ابنُ سِیرِینَ، وَغَیرُہٗ یَقُولُ مَن خَلفَ الإِمَامِ: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ رَبَّنَا وَلَکَ الحَمدُ مِثلَ مَا یَقُولُ الإِمَامُ وَبِہٖ یَقُولُ الشَّافِعِیُّ، وَإِسحَاقُ' بھی امام اور مقتدی کی عدمِ تقسیم پر دال ہیں اور ''دار قطنی'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

'کُنَّا إِذَا صَلَّینَا خَلفَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ۔ قَالَ: مَن وَّرَائَہٗ: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ'

اس روایت میں اظہر من الشمس ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ہی 'سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ' کہیں اور 'رَبَّنَا لَکَ الحَمد' بھی، یعنی تقسیم نہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلہ کی مزید وضاحت فرمائیں تاکہ جملہ اشکال رفع ہو سکیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسئلہ ہذا کے تین پہلو ہیں۔ سبھی بحث و تمحیص کے متقاضی ہیں۔ بالاختصار ملاحظہ فرمائیں:

1 کیا امام بعد از رکوع صرف تسمیع 'سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ' پر اکتفاء کرے یا ساتھ تحمید 'رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ' بھی ملائے؟

2 اس حالت میں منفرد (اکیلا) کیا کرے۔ دونوں کلمے جمع کرے یا نہ؟

3 کیا مأموم (مقتدی) صرف تحمید پر اکتفا کرے یا ساتھ تسمیع بھی ملا سکتا ہے؟

جملہ سوالات کے جوابات بالترتیب پیشِ خدمت ہیں:

1... بظاہر حدیث ' اِذَا قَالَ الاِمَامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ، فَقُولُوا رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ ' " صحیح البخاری، بَابُ جَھرِ المَأمُومِ بِالتَّأمِینِ، رقم: ۷۸۲" میں امام اور مقتدی کی تقسیم نظر آتی ہے۔ اسی بناء پر امام مالک اور امام ابوحنیفہ؛ تفریق و تقسیم کے قائل ہیں۔ یعنی امام صرف ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ'' کہے اور مقتدی 'اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ''۔ لیکن علمائے محققین اور ناقدینِ حدیث نے اس استدلال سے موافقت نہیں کی، بلکہ اس کو ناپسند فرمایا ہے۔ ان کا کہنا ہے: کہ حدیث ہذا میں تقسیم مقصود نہیں ہے، بلکہ یہاں تو صرف مقتدی کے لیے ''تحمید'' کے وقت کا تعین مقصود ہے۔ جیسا کہ ''فائِ تعقیب'' لفظ ''فَقُولُوا'' میں اس پر دال ہے۔ حاصل یہ ہے، کہ جب امام 'سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ'

کہہ کر فارغ ہو جائے، تو پھر مقتدی ''رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ'' کہے۔ اس حدیث میں امام کے اعتبار سے ''تحمید'' کا اثبات ہے اور نہ نفی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے استدلال ہذا کو محل نظر قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

'اُستُدِلَّ بِہٖ عَلٰی اَنَّ الاِمَامَ لَا یَقُولُ: رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ وَ عَلٰی اَنَّ المَامُومَ لَا یَقُولُ: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ، لٰکِن ذٰلِکَ، لَم یُذکَر فِی ہٰذِہِ الرِّوَایَۃِ، کَمَا حَکَاہُ الطَّحَاوِی، وَ ھُوَ قَولُ مَالِکٍ، وَ اَبِی حَنِیفَۃَ وَ فِیہِ نَظَرٌ، لِاَنَّہٗ لَیسَ فِیہِ مَا یَدُلُّ عَلَی النَّفیِ، بَل فِیہِ اَنَّ قَولَ المَامُومِ: 'رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ' یَکُونُ عَقبَ قَولِ الاِمَامِ: 'سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ' وَالوَاقِعُ فِی التَّصوِیرِ ذٰلِکَ لِاَنَّ الاِمَامَ یَقُولُ التَّسمِیعَ فِی حَالِ انتِقَالِہٖ۔ وَالمَامُومُ یَقُولُ: اَلتَّحمِیدَ فِی حَالِ اِعتِدَالِہٖ۔ فَقَولُہٗ: یَقَعُ عَقبَ الاِمَامِ، کَمَا فِی الخَبَرِ وَ ہٰذَا المَوضَعُ یَقرُبُ مِن مَسأَلَۃِ التَّامِینِ، کَمَا تَقَدَّمَ مِن اَنَّ لَا یَلزَمُ مِن قَولِہٖ: 'اِذَا قَالَ: وَلَا الضَّآلِّینَ فَقُولُوا: آمِین۔ اَنَّ الاِمَامَ لَا یُؤَمِّنُ بَعدَ قَولِہٖ: وَلَا الضَّآلِّینَ وَلَیسَ فِیہِ اَنَّ الاِمَامَ یُؤَمِّنُ، کَمَا اَنَّہٗ لَیسَ فِی ہٰذَا، اَنَّہٗ یَقُولُ: 'رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ، لٰکِنَّھُمَا مُستَفَادَانِ مِن اَدِلَّۃٍ اُخرٰی صَحِیحَۃٍ صَرِیحَۃٍ۔' فتح الباری ۲/۲۸۳

یعنی ''اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام ''رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ'' نہ کہے اور مأموم ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ'' نہ کہے۔ اس لیے کہ یہ اس روایت میں بیان نہیں ہوا، جس طرح کہ طحاوی نے اس کی حکایت کی ہے اور یہی قول امام مالک رحمہ اللہ اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، لیکن یہ قول محلِ نظر ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسی شے نہیں جو نفی پر دال ہو۔ بلکہ اس میں تو صرف یہ ہے کہ مأموم کا قول ''رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ'' امام کے قول ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہ'' کے بعد ہونا چاہیے اور واقع یا اس کی تصویر یوں ہے، کہ امام ''تسمیع'' حالتِ انتقال میں کہتا ہے، جب کہ مأموم ''تحمید'' حالتِ اعتدال میں کہتا ہے۔ اس لحاظ سے مأموم کا قول امام کے بعد ہو گا، جس طرح کہ حدیث میں ہے۔ یہ مقام ''مسئلۂ تامین'' کے قریب ہے۔ (کما تقدم) جس طرح کہ فرمان نبوی ﷺ 'اِذَا قَالَ الاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّینَ فَقُولُوا: آمِین!'' یعنی جب امام (آمین) کہے، تو تم (آمین) کہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام وَلَا الضَّآلِّینَ کے بعد (آمین) نہ کہے اور اس میں یہ بھی نہیں ہے، کہ امام (آمین) کہے، جس طرح یہاں یہ نہیں ہے کہ امام ''رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ'' نہ کہے۔ لیکن یہ دونوں مسئلے دیگر صحیح صریح دلائل سے مستفاد (حاصل) ہیں۔'' (انتہی)

اس سلسلہ میں وارد صریح روایات جو امام کی ''تحمید'' کے جواز پر نص ہیں۔ ''بخاری اور ''مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ''بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ''مسلم میں عبدا بن ابی اوفیٰ اور علی بن ابی طالب سے منقول ہیں۔ ان میں رسول ا ﷺ کی نماز کے وصف میں بیان ہوا ہے، کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ'' پڑھتے۔ صاحب ''المرعاۃ'' فرماتے ہیں:

''فَهٰذَا صَرِيحٌ فِي مَشْرُوعِيَّةِ التَّحمِيدِ لِلْإِمَامِ'' (۶۳۶/۱)

یعنی پس یہ واضح ہے، کہ امام کے لیے ''تحمید'' مشروع ہے۔

بعض لوگ اس مقام پر شبہ پیش کرتے ہیں کہ تقسیم والی حدیث ''قولی'' ہے، جب کہ جمع والی ''فعلی'' ہے، جب کہ اصولی قاعدہ ہے، کہ قول کو فعل پر مقدم کیا جاتا ہے۔ اس اشکال کا حل یوں ہے، کہ یہ قاعدہ وہاں جاری ہوتا ہے جہاں قولی حدیث فعلی کے خلاف ہو۔ جب کہ مقام بحث میں سرے سے تعارض کا وجود ہی معدوم و مفقود (موجود نہیں) ہے۔ بعض نے یہاں یہ بھی مفروضہ قائم کیا ہے۔ شاید آپ کا فعلِ جمع نفلی نماز میں منحصر ہو۔ جواباً عرض ہے، کہ یہ بات بھی بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ غالب اَحوال میں آپ ﷺ امام کی حیثیت میں ہوتے تھے۔ پھر لیت و لعل اور مفروضوں پر بناء رکھنا دانشمندی سے بعید، بلافائدہ اور غیر معقول شی ہے۔ بلکہ ''صحیح بخاری 'کتاب الاعتصام'' میں صبح کی نماز کی صراحت موجود ہے۔ یاد رہے سرتاج حنفیہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے ''السعایۃ'' میں اسی بات کو ترجیح دی ہے، کہ امام ''تسمیع'' اور ''تحمید' 'کو جمع کرے۔ فرماتے ہیں:

'لٰكِنَّ الدَّلِيلَ يُسَاعِدُ الْجَمعَ فَهُوَ الْأَحَقُّ بِالِاخْتِيَارِ'

بلکہ جمہور اہلِ علم، امام احمد، شافعی، ابویوسف، محمد اور متاخرین حنفیہ رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

'اَلْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ تَشْهَدُ لَهٗ' فتح الباری ۲۸۴/۲

یعنی صحیح احادیث اسی مسلک کی مؤید ہیں۔

۲۔ جہاں تک منفرد کا تعلق ہے، سو اس بارے میں امام طحاوی اور حافظ ابن عبدالبر ; نے اجماع نقل کیا ہے، کہ اکیلا نماز پڑھنے والا ''تسمیع'' اور ''تحمید' 'کو جمع کرے گا۔

۳۔ مَاموم کے بارے میں امام شافعی، اسحاق، ابو بردہ عطائ، داؤد اور ابن سیرین رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں، کہ امام اور منفرد کی طرح یہ بھی ''تسمیع'' اور ''تحمید' 'کو جمع کرے۔ ان لوگوں کا استدلال ''صحیحین'' کی بعض عمومی احادیث سے ہے۔ مثلاً حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ میں ہے: 'ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" صحيح البخاري، بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ، رقم: ۷۸۹" ساتھ اس حدیث کا انضمام (ملانا) بھی کر لیا جاتا ہے کہ 'صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي' صحیح البخاری، بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ، إِذَا كَانُوا جَمَاعَةً، وَالْإِقَامَةِ، وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ... الخ، رقم: ۶۳۱

اور ''دار قطنی' 'کی روایت میں بطورِ نص الفاظ یوں ہیں:

'عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ مَنْ وَرَاءَهٗ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' سنن الدار قطنی

یعنی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا: جب ہم رسول ا ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔ آپ ﷺ فرماتے: 'سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' مقتدی بھی کہتے: 'سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'

لیکن حدیث ہذا میں امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے، کہ محفوظ الفاظ یوں ہیں:

''إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَلْيَقُلْ مَنْ وَرَاءَهٗ: ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ''

یعنی ''امام جب 'سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' کہے، تو مقتدی کو 'رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ' کہنا چاہیے۔''

اس طرح بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ''دار قطنی''کی دوسری روایت ہے

'یَا بُرَیْدَةُ !إِذَا رَفَعتَ رَاْسَکَ مِنَ الرَّکُوعِ، فَقُل : 'سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ، مِلْأَ السَّمٰوٰت، وَمِلْأَ الاَرضِ، وَمِلْأَ مَا شِئتَ مِن شَیئٍ بَعدُ.' سنن الدار قطنی، بَابُ ذِکرِ نَسخِ التَّطْبِیقِ وَالأَمْرِ بِالأَخْذِ بِالرُّکَبِ، رقم:۱۲۸۴

بظاہر حدیث ہذا امام اور منفرد اور ماموم سب کو شامل ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ اس بناء پر صاحب ''المرعاۃ'' فرماتے ہیں :

'وَلَیسَ فِی جَمعِ المَامُومِ بَینَ التَّسمِیعَ، وَالتَّحمِیدَ حَدِیثٌ صَحِیحٌ صَرِیحٌ' (۶۳۷/۱)

یعنی ''مقتدی کے لیے تسمیع اور تحمید کے جمع کرنے کے بارے میں کوئی صریح صحیح حدیث موجود نہیں۔''

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : 'وَزَادَ الشَّافِعِیُّ اَنَّ المَامُومَ یَجمَعُ بَینَهُمَا اَیضًا، لٰکِن لَم یَصِحَّ فِی ذٰلِکَ شَیئٌ.' "فتح الباری ۲۸۴/۲" یعنی ''امام شافعی رحمہ اللہ نے اضافہ کیا ہے، کہ مأموم بھی ''تسمیع'' اور ''تحمید'' کو جمع کرے، لیکن اس بارے میں کوئی شی بسندِ صحیح ثابت نہیں ہو سکی۔''

مزید آنکہ یاد رہے۔ سوال میں ذکر کردہ پہلی حدیث : 'إِذَا قَالَ الإِمَامُ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ فَقُولُوا : رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ' بَابُ مَا یَقُولُ الإِمَامُ وَ مَن خَلفَهُ، إِذَا رَفَعَ رَاسَهُ مِنَ الرَّکُوعِ کے تحت بیان نہیں ہوئی۔ بلکہ اس باب کے تحت سوال میں ذکر کردہ دوسری حدیث : 'کَانَ النَّبِیُّ ﷺ إِذَا قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ قَالَ : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ' بیان ہوئی ہے اور پہلی حدیث بعد والے 'بَابُ فَضلِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ' کے تحت بیان ہوئی ہے۔ واضح ہو کہ سوال میں منقول روایت سے تقسیم کی دلیل اخذ کرنا درست موقف نہیں۔ سابقہ سطور میں اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے۔ جہاں تک مقتدی کا تعلق ہے، اس کے لیے جمع کی کوئی واضح صحیح حدیث موجود نہیں جو جواز پر دال ہو۔ لہٰذا مقتدی کو صرف ''تحمید'' پر اکتفا کرنی چاہیے۔ البتہ امام ''تسمیع'' اور ''تحمید'' دونوں کو جمع کرے۔ (کما تقدم)

دراصل مصنف مذکور تبویب میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، کہ امام اور مأموم کو وہی کچھ کرنا چاہیے جو ان کے حق میں ثابت ہے۔ امام کے لیے چونکہ ''تسمیع'' اور ''تحمید'' کا جمع کرنا نصِ حدیث : 'کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ قَالَ : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ' سے ثابت ہے۔ لہٰذا اسے جمع کرنا چاہیے اور مأموم کے لیے جمع کی کوئی دلیل نہیں، اس لیے اس کو صرف ''تحمید'' پر اکتفا کرنی چاہیے۔

جس طرح دوسری حدیث : 'إِذَا قَالَ الإِمَامُ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَن حَمِدَهُ. فَقُولُوا : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ' صحیح البخاری، بَابُ فَضلِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ، رقم:۷۹۶" میں تصریح موجود ہے اور اگر مصنف موصوف کا موقف مسئلہ ہذا میں تفریق کا ہوتا، تو حدیث 'فَقُولُوا : رَبَّنَا' کو 'بَابُ مَا یَقُولُ الإِمَامُ وَمَن خَلفَهُ' کے تحت لاتے جب کہ امر واقعہ یوں نہیں۔

مقتدی کے لیے راجح مسلک کے مطابق 'سَمِعَ اللّٰهُ' کہنے کی ممانعت اس لیے ہے، کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ سورۂ فاتحہ ادھوری چھوڑ کر امام کے ساتھ (آمین) کہے۔ یہ (آمین) امام کے بالتبع تعمیل حدیث 'فَقُولُوا : آمین' کی بناء پر ہوگی۔ بعد میں صف میں ملنے والے۔ بعد ازاں فاتحہ مکمل کرکے اصل محل پر۔ پھر (آمین) کہے گا۔ بایں توجیہ سورۂ فاتحہ کا ادھورا رہنا لازم نہ آیا، جس طرح کہ وہم پڑ سکتا تھا۔

یاد رہے امام کے ائتمام (اقتدائی) کا حکم ضروری ہے۔ لیکن صرف اس انداز میں ہو گا جس طرح صاحبِ شریعت سے ثابت ہے۔ عام حالات میں اقتداء کا اطلاق صرف ظاہری حالت پر ہوتا ہے، باطنی پر نہیں۔ اس بناء پر امام اور مقتدی کی نیت کے اختلاف کی شرع میں گنجائش موجود ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بعض ائمہ کے جو اقوال نقل کیے ہیں، دیگر ناقلین مذاہب نے بھی بلا شبہ ان اقوال کی نسبت ان کی طرف کی ہے۔ لیکن چونکہ ان کی بنیاد کسی ٹھوس واضح دلیل پر نہیں ہے، اس لیے یہ ناقابلِ التفات ہیں اور ''دار قطنی'' والی روایت کی حقیقت پہلے معلوم ہو چکی۔ یہ قابلِ حجت نہیں ہے۔ البتہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الحاوی للفتاویٰ'' میں نو مختلف طریقوں سے کوشش کی ہے، کہ مأموم کے لیے بھی ''تسمیع'' کا اثبات کیا جائے۔ لیکن واقعہ یہ ہے، کہ جملہ دلائل میں سے کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں، جو موضوع ہذا پر نص کی حیثیت رکھتی ہو۔ بہر صورت ان پر نقد

و تبصرہ کی بڑی گنجائش موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو! (۱/۵۶، ۵۲) بحث: ذکر التشنیع فی مسألۃ التسمیع)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ: صفحہ:506

محدث فتویٰ